''اردو'' اور ''ڈھونڈھاری''

مصور احمد
اسسٹنٹ پروفیسر، گورنمنٹ کالج،
سوائی مادھوپور۔راجستھان

زبان کسی بھی قوم کے افکار ونظریات، تہذیب وثقافت اور عقائد وخیالات کی عکاسی کا بہترین ذریعہ ہوتی ہے۔ یہ ایک دم وجود میں نہیں آجاتی بلکہ اس کی نشوونما میں صدیوں کے تجربات اظہار، باہمی میل جول اور اشتراک عمل مددگار ہوتے ہیں۔نسلی اور تاریخی اعتبار سے دنیا کی زبانیں آٹھ بڑے خاندانوں میں تقسیم ہوتی ہیں۔ان زبانی خاندانوں میں سب سے اہم خاندان ہند یوروپی ہے۔کیوں کہ اس میں اکثر ایسی زبانیں داخل ہیں جو اپنے اعلیٰ علمی وادبی ذخیروں کی وجہ سے نمایاں حیثیت رکھتی ہیں۔یہ لسانی گروہ دیگر لسانی خاندانوں کے مقابلے میں نہایت وسیع ہے۔برصغیر ہندو پاک میں زیادہ تر اسی خاندان کی زبانیں بولی جاتی ہیں۔اس زبان کی قدیم شکل ہمیں رگ وید میں ملتی ہے۔یہ آریائی زبان کی تاریخ کا نقطۂ آغاز تھا۔ایران میں جن زبانوں کا ارتقاء ہوتا ہے وہ ہند یورپی شاخیں کہلاتی ہیں۔ان شاخوں کا دوسرا گروہ ہندوستان میں وارد ہوتا ہے جسے ماہرین لسانیات ہند آریائی کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔اس کے تاریخی ارتقا کا تعین کرتے ہوئے مسعود حسین خاں لکھتے ہیں:

> ''یہ امر یقینی ہے کہ ہند یورپی زبان بولنے والے آریائی اپنے داخلۂ ہند سے قبل عرصہ تک مشرقی ایران میں قیام کر چکے تھے۔ جہاں ان کی زبان ارتقائی منازل طے کرتی ہوئی دو ہزار قبل مسیح تک 'ہند ایرانی منزل' تک پہنچ جاتی ہے۔''ہند یورپی'' زبان کی یہ 'ہند ایرانی' شکل ہی ان تمام زبانوں کی ماں کہی

جاسکتی ہے جو بعد کو ایران میں پھیلیں اور جسے آریا بولتے ہوئے ہندوستان میں داخل ہوئے۔''[1]

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ' آریہ' لوگ ہندوستان کے ایک بڑے علاقے میں پھیل گئے۔ جیسے جیسے مختلف علاقوں میں پھیلتے گئے ویسے ویسے ایک منظّم معاشرے کی شکل اختیار کرکے استحکام حاصل کرتے رہے۔ ان کی زبان مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب، پورے ملک میں پھیل گئی۔ اور اس زبان پر علاقائی بولیوں کے اثرات مرتب ہونے لگے۔ سنسکرت اور پراکرت کی شکل میں دونوں زبانوں نے صدیوں قبل مسیح میں دراوڑوں کو متاثر کرنا شروع کردیا تھا۔ نتیجتاً اس زبان کی مرکزیت ختم ہونے لگی، اس طرح سنسکرت کی تین علاقائی شکلوں ''ادیچیہ' مدھیہ دیش، اور پراچیہ کا وجود ظاہر ہوتا ہے۔

آریہ لوگوں کو اپنی زبان مستحکم کرنے کی فکر ہوئی تو انھوں نے زبان کا وقار قائم رکھنے کے لیے مدھیہ دیس کی زبان کو بھی قدر کی نظر سے دیکھا اور تعصّبات سے اوپر اٹھ کر ہر علاقہ کی مقامی زبان کے مخصوص الفاظ شامل کرکے ایک خاص قسم کی ٹکسالی زبان استعمال کرنے لگے۔ ملک کے جن حصوں میں آریہ پھیل چکے تھے، وہاں کے مذہبی، علمی اور ادبی طبقوں میں سنسکرت اچھی طرح بولی اور سمجھی جانے لگی۔ اس زبان نے مذہب اور ادب کو اپنے دامن میں جگہ دی۔ مگر دھیرے دھیرے عوام سے اس کی دوری بڑھنے لگی۔ اور یہ زبان صرف اشرف واعلیٰ طبقے تک سمٹ کر رہ گئی۔

ہمیں اس بات کو بھی مدنظر رکھنا ہوگا کہ راجستھانی زبان، اردو زبان سے کہیں زیادہ قدیم ہے۔ یہ زبان راجستھان میں مختلف علاقوں میں مختلف ناموں سے جانی جاتی ہے۔ میواڑ میں مارواڑی، مارواڑ میں مارواڑی، جے پور میں ڈھونڈاری۔ ہاڑوتی میں ہاڑوتی اور باگڑ میں باگڑی۔ راجستھانی زبان نے اردو زبان پر گہرے اثرات چھوڑے ہیں۔ جس کا ثبوت سترہویں صدی کی اردو شاعری سے باآسانی لگایا جاسکتا ہے۔

ماہرین نے زبان کو ایک زندہ شے قرار دیا ہے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ زبان کا مطالعہ اس وقت تک نامکمل ہے جب تک اس کے تکلمی پہلو پر غور نہ کیا جائے۔ ماہرین کے نزدیک چھوٹی سے چھوٹی زبان بھی، جس کا کوئی رسم الخط نہ ہو، دلچسپی کا موضوع بن سکتی ہے۔ کیوں کہ ہر زبان ایک

مکمل تہذیب وسماج کی نمائندگی کرتی ہے۔

''ڈھونڈھاری'' راجستھان کی مشہور بولی ہے۔راجستھان کی دیگر قدیم زبانوں کی خصوصیات اس میں موجود ہیں۔ڈھونڈھاری مشرقی راجستھان کی نمائندہ اور سب سے زیادہ اہمیت کی حامل ہے۔جس علاقے میں ڈھونڈھاری بولی جاتی ہے اس کو ڈھونڈھار کہا جاتا ہے۔ علاقے کے نام کی مناسبت سے اس کا نام ڈھونڈھاری پڑا ہے۔اس کو جے پوری بھی کہتے ہیں، کیوں کہ جے پور ڈھونڈھار کا مرکز بھی ہے اور راجدھانی بھی ہے۔۱۷۲۸ء میں جب مہاراجہ سوائی جے سنگھ نے ایک نیا شہر جے پور آباد کیا تو اس علاقے کا نام بھی جے پور مشہور ہو گیا۔اسی کی مناسبت سے یہاں کی زبان کو جے پوری ڈھونڈھاری بھی کہتے ہیں۔۲

زبان کی اصل پہچان اس کی بنیاد سے ہوا کرتی ہے۔یہاں یہ بات واضح کرنا ضروری ہے کہ راجستھان میں بولی جانے والی راجستھانی اکیلی زبان نہ ہو کر کئی زبانوں کا مرکب ہے،ان زبانوں کا جو اس خطہ کے مختلف علاقوں میں صدیوں سے بولی جارہی ہیں۔پروفیسر فیروز احمد نے لکھا ہے:

> ''راجستھان میں بولی جانے والی زبان راجستھانی کے نام سے موسوم ہے۔ لیکن یہ راجستھانی مختلف بولیوں کی ایسی شکل ہے جو اپنے لب ولہجہ کے اعتبار سے مختلف ہیں۔مگر ان کی اصل ایک ہی ہے۔اور یہ راجستھان کے وسیع و عریض علاقوں میں ہندی کے بڑھتے ہوئے اثرات کے باوجود بول چال میں مستعمل ہے۔''۳

زبانیں ہمیشہ اپنے تاریخی اور سماجی تقاضوں کے زیر اثر فطری طور پر پیدا ہو کر صدیوں کے مسلسل عمل سے پروان چڑھتی ہیں۔ ہندوستانی زبانوں کے دو خاص خاندانوں دراوڑی اور ہند آریائی میں سے ہند آریائی خاندان کی زبانیں پورے شمالی ہندوستان میں بولی جاتی ہیں۔ڈھونڈھاری زبان پر اردو کے اثرات کو سمجھنے کے لیے لسانی رشتوں کے حوالے سے گفتگو کرنا بہتر ہوگا۔ چونکہ زبان ایک متحرک وجود ہے اور کوئی بھی زبان بلا وجہ کسی غیر زبان کے الفاظ قبول نہیں کرتی جب تک کہ ان کے درمیان، یا ان کے بولنے والوں کے درمیان آپس میل جول نہ رہا ہو۔کسی علاقے کے باشندے جس قدر آپس میں قربت رکھتے ہیں، اتنی ہی ان

کی زبانیں بھی ملتی جلتی ہو جاتی ہیں۔انسان کے آپسی میل جول اوران کے ایک جیسے جغرافیائی حالات جہاں عام زندگی میں اشتراکیت پیدا کرتے ہیں وہیں ان کی زبانوں میں بھی مشترک اقدار پروان چڑھ کرانھیں ایک قبیلے کی شکل دیدیتے ہیں۔

ڈھونڈھاری زبان پراردو کے اثرات کوسمجھنے کے لیے مغلیہ دور کے تاریخی پس منظر کو سمجھنا ہوگا۔کیوں کہ پورے صوبے میں ڈھونڈھار(جے پور)ہی وہ علاقہ ہے جس نے سب سے پہلے مغلوں کی ماتحتی قبول کی۔مغل بادشاہوں سے قرابت داری اختیار کی۔دو بڑی مختلف تہذیبوں کو یکجا ہونے کا موقع ملا۔مسلم تہذیب وتمدن کے اثرات ڈھونڈھار میں صرف سرکاری طور پر ہی نہیں بلکہ عوامی طور پر بھی نظر آنے لگے۔

راجستھان کا مشہور ہندی شاعر بہاریؔ،(۱۵۹۵۔۱۶۶۴ء) جے پور(ڈھونڈھار) راج گھرانے کادرباری شاعر تھا۔اس کے دوہوں میں اردو کے بےشمار الفاظ ملتے ہیں۔

چُھٹن نہ پیئے یت شرک وش نیہہ نگر یہ چال
مارے پھرپھر ماریت خونی پھرت خوس حال

یعنی جنون عشق کی یہ چال ہے کہ اس سے ایک پل بھی چھٹکارا نہیں ملتا۔مراہوامرمر کے جیتا ہے اور مارنے والا(معشوق)خوش حال رہتا ہے۔اس دوہے میں خونی اورخوش حال الفاظ صاف طور پر دیکھے جاسکتے ہیں۔

ڈھونڈھاری پراردو کے اثرات دیکھنے کے لیے سب سے پہلے ڈھونڈھاری لوک گیت اور دوہوں پر گفتگو کی جائے گی۔لیکن یہ بات واضح رہے کہ ڈھونڈھاری زبان میں کبھی بھی لوک گیت کے علاوہ کسی قسم کے ادب کی تخلیق نہیں ہوئی ہے۔

مسلم تہذیب اور بول چال کا واضح اثر ڈھونڈھاری زبان پر ہوا۔ایک نہیں ہزاروں الفاظ اپنی اصل شکل کی تبدیلی کے ساتھ آج بھی ڈھونڈھاری زبان میں مستعمل ہیں۔کچھ الفاظ کی فہرست ذیل میں پیش کر رہا ہوں،جس سے دو زبانوں کے میل جول کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

اردو	ڈھونڈھاری	اردو	ڈھونڈھاری م

زہر	جہر	قہر	کہر
سحر	سہر	لہر	لیر
رحم	ریم	محل	میل
مہر	میر	جرمانہ	جرمانو
باغ	باگاں	قطار	کتاراں
پروانہ	پروانو	انعام	انیام
قیمت	کیمت	عقل	اکّل
خبر	کھبر	کاغذ	کاگد
علم	ایلم	معاملہ	ماملو
سیاہی	سائی	طرح	تریں
ذائقہ	جائکو	شاباش	سیاباس
مزدور	مجور	نیلام	لیلام
اِنسان	اَنسان	مطلب	متبل

بہت سے ایسے الفاظ ہیں جو معمولی ردّو بدل کے ساتھ اپنا اصل مفہوم لیتے ہوئے استعمال ہوتے رہے ہیں، جیسے

مالِک	مالَک	دفتر	دپھتر
خبر	کھبر	فرق	پھرک
معلوم	مالَم	عِلم	اِلَم

ڈھونڈھار کا مشہور ترین گیت ''ڈُنگ جی جوار جی، رو گیت'' ہے۔اس گیت میں سیکر (شیخاواٹی) سے لے کر جے پور تک کے واقعات کا ذکر ہے۔اس گیت کا مرکزی کردار ڈاکو ڈونگ سنگھ ہے، جس نے انگریزوں کے خلاف اپنا محاذ کھول رکھا تھا اور وہ عوام میں ایک ہیرو کی حیثیت سے مقبول تھا۔اس گیت میں بے شمار اردو الفاظ تبدیلی اور بنا تبدیلی کے ساتھ استعمال ہوئے ہیں۔چند سطور اس گیت سے نقل کی جارہی ہیں۔

جاجم اور جاجم بچھ رہی، خوب پڑے رجواڑ

سیٹھاں لکھ پروانو بھیج یو، بڑے ساب نے دینا (پروانو۔ پروانہ۔صاحب۔ساب)

لوٹی مہاری لدی کتاراں، لُو ٹیونو لکھ مال (کتاراں، قطار)

ڈونگ سنگھ مہارے لارے پڑیو، پکڑ کید کر لینا (کید۔قید)

دنیا میں نام کمایو، مونڈ و ہوگیو کالو (دنیا۔نام۔کمایا)

بھان بہنوئی کے لاگے تُو، 'دگا باج' کو سالو (بہنوئی۔دغاباز)

درواجے کے مونڈے آگے، اڑی کھاٹ سُو کھاٹ

درواجے کی موری آگے خوب چلے تلوار (۴)

جے پور کے مہاراجہ سوائی جے سنگھ اول (۱۶۲۱۔۱۶۶۷ء) کے دور میں ایک مشہور شاعر ''بہاری'' (۱۵۹۵۔۱۶۶۳ء) بھی تھا۔ جو درباری شاعر تھا۔ اور راجستھانی (ڈھونڈھاری) کے علاوہ برج بھاشا کا بھی شاعر تھا۔ اس کی ایک راجستھانی تصنیف ''ست سئی'' بہت مشہور ہے۔ جس میں سات سو تیرہ دوہے ہیں۔ ان دوہوں کے مطالعہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ستر ہویں صدی کے نصف اول میں اردو کے بے شمار الفاظ علاقہ ڈھونڈھار میں استعمال کیے جاتے تھے۔

جیسے، سرتاج، فتح، سوغات، فوج، بے حال، محل وغیرہ۔

چند مثالیں ''بہاری کے دوہوں کی پیش کرتا ہوں۔

نونا گری تنو مُلک لہی، یوون عامل زور

گھٹی بڑھتِ بڑھی گھٹِ رقم، کری اور کی اور

یعنی، یوون (جوانی) کی شکل میں (عامل) حاکم نے نو ناگری کا جسم جیسا ملک پاکر، اپنی طاقت سے گھٹنے بڑھنے والی چیز کو گھٹا بڑھا کر کچھ کا کچھ بنا دیا۔ جیسے کمر کو گھٹا دیا، پستان اور کولہوں کو بڑھا دیا۔ عقل کو تیز کر دیا اور انسان کی فطرت کو کچھ کا کچھ کر دیا۔ ۵

چند اور دوہے بطور نمونہ پیش کر رہا ہوں۔

اپنے انگ کی جانکِیو ون نرپتی پروین

اِستن نین نتمب کو بڑو اضافہ لیکن

اس دوہے میں ''اضافہ'' اور ''لیکن'' الفاظ بنا کسی تبدیلی کے استعمال ہوئے ہیں۔

راجکماری نہ سور ہے مگد ھا لائق بھوگ

تو مہی پتی بجیو بھول سکل سنجوگ

اس دوہے میں ''لائق'' اپنی اصل شکل میں موجود ہے

ساماں سیناسیان کی سبھی شاہ کے ساتھ

باہو بلی جے شاہ جو فتح تہارے ہاتھ

یعنی سامان اور چالاک فوج سب دلّی کے شاہ کے ساتھ ہیں لیکن اے طاقتور جے شاہ (راجہ جے سنگھ) فتح تمہارے ہی ہاتھ پر ہوگی۔ اس دوہے میں ساماں، ساتھ، فتح، ہاتھ، شاہ۔ سب اردو کے مشہور الفاظ ہیں اور بغیر ردّو بدل کے مستعمل ہوئے ہیں۔ اب آگے کی بات کریں تو اٹھارویں صدی کے نصف اول میں ڈھونڈھار میں جو شاعری کی جاتی تھی، وہ بھی ڈھونڈھاری زبان پر اردو کے اثرات کو واضح کرنے میں مستحکم ثبوت ہے۔

مہا کوی بہاری (۱۵۹۵ء۔۱۶۶۵ء) جو جے پور (ڈھونڈھار) کا درباری کوی (شاعر تھا) اس کے دوہوں اور چھندوں میں اردو کے الفاظ نظر آتے ہیں۔ ذیل میں کچھ مثالیں ''گلدستہ بہاری سے دی جارہی ہیں جو ۱۹۲۵ء میں الہٰ آباد کے ساہتیہ سیوا سدن سے شائع ہوا تھا اور اسے منشی دیبی پرشاد پریتم نے مرتب کیا تھا۔

تجو تیرتھ، ہجو ہری، رادھیکا کا جسم نورانی

تروینی جن کے کیلوں سے ہے پگ پگ مگ با آسانی

ہوا ٹھنڈی، گھنی کنج اور چھایہ لہلہاتی ہے

لبِ بحرِ جمن اب بھی وہی کیفیت آتی ہے

عبث گھیرے کھڑے شرمایئے جانے بھی گھر دیجئے

نہیں گورس کا رس، رسیا بنے گورس کا رس پیجئے (۶)

ناگری داس ناگر (۱۶۹۹ء۔۱۷۶۵ء) جے پور سے ریاست کشن گڑھ کا راجا تھا لیکن اس کو بے دخل کر دیا گیا تھا، اس نے دنیاوی عیش وعشرت سے کنارا کر لیا تھا، جس کا زیادہ وقت جے

پور اور برنداون میں گزرتا تھا۔اس کے لکھے دوہے، ریختہ اور چھند میں جو ڈھونڈھاری زبان میں ہیں،اردو کے بے شمار الفاظ موجود ہیں۔چند مثالیں پیش کر رہا ہوں۔یہ مثالیں اور نمونے'' راجپوتانہ میں اردو، ریختہ اور دوہے'' سے لیے گئے ہیں۔

ناگری داس ناگر(۱۶۹۹ء۔۱۷۶۵ء) کے مجموعۂ ناگر سموچے(۱۸۹۸ء) سے انتخاب

''ریختہ زبان کے دھر پدوں، خیالوں کی الاپ چاری میں دوہے۔''

دوہے۔

اس ہی کی سنیں صفت کوں کسی زباں میں ہوئے
قادر نادر حسن کا، کرشن کہائے سوئے
اجلے میلے خلق میں پھیلے مذہب انیک
عشق باز سرتاج کوں عشق پیارا ایک
عشق باز ویسا نہ کوؤ، ویسا صورت خوب
ناگر موہن سانولہ، قدردان محبوب
مزا مذہب جو خلق میں، سو دل کچھ نہ سُہائے
عجب اسی کے عشق کا پڑے غضب جب آئے (۷)

مہاراج پرتاپ سنگھ برج ندھی۔(۱۷۶۴ء۔۱۸۰۳ء) ریاست جے پور'' برج ندھی گرنتھاولی'' (۱۹۳۳ء) سے انتخاب

ریاست جے پور کے راجہ پرتاپ سنگھ کشواہا خاندان کی سترہویں پیڑھی میں ۱۷۶۴ء میں پیدا ہوئے۔یعنی ناگری داس کی موت اور راجہ پرتاپ سنگھ کی پیدائش ایک ہی سال میں ہے۔راجہ پرتاپ سنگھ چودہ سال کی عمر میں ۱۷۷۸ء میں راج گدی پر بیٹھے۔۱۸۰۳ء میں دستوں کی بیماری سے انتقال ہوا۔

غزل کے شعر۔

جہاں کوئی درد نہ بوجھے تہاں فریاد کیا کیجے
رہا لگ جس کے دامن سے تسے کھو یاد کیا کیجے
جو محرم دل کا ہو کر کے رکھائی دے تو کیا کیجے

وہ برج ندھی کہا کر کے نہ برج رج دے تو کیا کیجے

ریختہ۔

پیارے تمہاری چال بڑی عجب انوٹھی
ہم سے بناؤ باتیں بس جھوٹی جھوٹی
ہر چند بات بنی کیسے میں ایک نہ مانوں
نج دست میں سنبھالو یہ کس کی انگوٹھی
اس شب کہاں رہے تھے سوچ بتاؤ
لوٹی تھی خوبی کس کی پیا بھر بھر مٹھی
سن کر دیا جواب یہ ہنس برج ندھی پیارے
مجھ کو تو پیاری ایک تو ہی، کیوں اب روٹھی (۸)

مذکورہ مثالوں کی روشنی میں کہا جا سکتا ہے کہ اردو نے ڈھونڈھاری زبان پر اپنے نا ختم ہونے والے اثرات مرتب کیے ہیں جو آج بھی قائم ہیں۔

☆☆☆

ماخذ۔

۱۔مقدمہ، تاریخ زبان اردو۔مسعود حسین خاں۔آزاد کتاب گھر، دہلی۔۱۹۵۴ء۔ص۔۲۰
۲۔راجستھانی بھاشا شاستر۔ڈاکٹر گووند شنکر شرما۔راجستھانی ساہتیہ۔بیکانیر۔۲۰۱۱ء۔ص۔۶۷
۳۔راجستھانی اور اردو۔ڈاکٹر فیروز احمد۔گلوبل اردو کمپیوٹرس، جے پور۔۲۰۱۰ء۔ص۔۳۱
۴۔راجستھانی ماتر بھاشا گیت بھنور لال ناہٹا۔نیو راجستھان پریس، کلکتہ۔۱۹۵۸ء۔ص۔۲۱
۵۔کوی بہاری۔جگناتھ رتنا کار۔گرنتھ کار، بنارس۔۱۹۵۳ء
۶۔گلدستہ بہاری۔مرتبہ، منشی دیبی پرشاد پریتم۔ساہتیہ سدن، الہ آباد، سمّت۔۱۹۸۱۔
۷۔تمام دوہے اور ریختے۔راجپوتانہ میں اردو، ریختہ اور دوہے۔شاہد جمالی۔راجپوتانہ اردو ریسرچ اکیڈمی، جے پور۔۲۰۱۶ء۔
۸۔تمام دوہے اور ریختے۔راجپوتانہ میں اردو، ریختہ اور دوہے۔شاہد جمالی۔راجپوتانہ اردو ریسرچ اکیڈمی، جے پور۔۲۰۱۶ء۔